نام کتاب:	ا	عورت اسلامی معاشرہ میں
مصنف	:	مولانا محمد شمشاد ندوی
سن اشاعت	:	۲۰۰۸ء
ایڈیشن	:	اوّل
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	۸؍روپے
صفحات	:	۱۶
ناشر	:	الکریم اسلامک اکیڈمی، شیوہر
کمپوزنگ وپرنٹنگ:		القلم کمپوٹرس، رام گنج بازار، جے پور

باسمہٖ تعالیٰ

عورت اسلامی معاشرہ میں

دونوں جہاں کے خالق و مالک نے اپنی خاص مصلحت کی خاطر اس سرزمین کو پیدا فرمایا اور ہمہ قسم کی نعمتوں، رنگ برنگ کے پھول پودوں اور مختلف قسم کی مخلوقات کو پیدا فرما کر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور دنیا کی تمام نعمتوں و مخلوقات کو اس کے تابع بنا دیا۔ اور اس کے اندر کائنات کو تسخیر کرنے کی صلاحیت عطا کی۔ حضرت آدمؑ و حواؑ سب سے پہلے اس جہاں میں بھیجے گئے اور ان دونوں کے ذریعہ دھیرے دھیرے آبادی پھیلنے لگی اور دنیا آباد و معمور ہوگئی۔ شوہر بیوی کی پاکیزہ ملاقات سے ایک خاندان وجود میں آیا، پھر سماج کی تشکیل ہوئی۔ جب ہم خاندان اور سماج کا غائرانہ مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کا وجود نہایت ہی اہمیت کا حامل معلوم ہوتا ہے، اگر ان کا وجود ختم ہوجائے تو دنیا کی آبادی رُک ہی نہیں جائے گی بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا انسانوں سے خالی ہوجائے گی، اگر ان کا وجود ختم نہ ہو لیکن ان کی صحیح تعلیم و تربیت نہ ہو تو خاندان اور سماج پاکیزہ ماحول سے محروم ہوجائے گا اور نئی نسل تباہ و برباد ہوجائے گی۔ یہ نقطہ اسلام سے پوشیدہ نہیں تھا، اس لیے اس نے ان کے فرائض تفصیل سے بیان کیے اور ان کو معاشرہ میں قابلِ التفات اور قابلِ قدر و احترام ہستی بنایا اور ان کو ایسے حقوق و مرتبے سے ہمکنار کیا جن سے وہ محروم تھیں۔

بیٹی

دنیا میں عورت کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا، لڑکی قابلِ نفرت چیز تھی۔ عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کردینے یا مختلف طریقے سے قتل کردینے کا عام رواج و چلن تھا۔ اس دور کے واقعات کو سن کر آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، خصوصاً ان احادیث کو پڑھ کر جن میں صحابۂ کرام نے اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردینے کے واقعات حضورِ اکرمؐ کے سامنے بیان فرمائے اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اسلام نے سب سے پہلے لڑکیوں کے زندہ درگور کیے جانے کے خلاف آواز بلند کی اور اسے گناہِ عظیم قرار دیا اور ایسے موثر و فعال اقدامات کیے جن سے لڑکیوں کے قتل و ذلت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾(۱)

”جس دن دفنائی ہوئی بے گناہ بچی سے پوچھا جائے گا کہ کس جرم میں قتل ہوئی؟“

اسلام نے صرف لڑکیوں کے قتل پر پابندی عائد نہیں کی بلکہ اس کو ہر اس جائز حق سے سرفراز کیا جس کی وہ مستحق تھی، اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی تاکید کی اور ان کی پرورش و نگہداشت اور تعلیم و تربیت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿من كانت له ثلاث بنات أو ثلاث اخوات أو ابنتان أو اختان فأحسن صحبتهن و اتقى الله فيهن فله الجنة﴾ (۲)

”جس کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے سلسلے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے“۔

ابوداؤد میں ہے:

﴿من عال ثلاث بنات فادبهن وزوجهن واحسن اليهن فله الجنة﴾(۳)

”جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی اور ان کو ادب سکھلایا اور ان کی شادی کردی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تو وہ جنت کا مستحق ہے۔“

اگر لڑکی کی پرورش، تعلیم و تربیت اور نکاح میں کبھی کوئی پریشانی آئے تو اس پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿من ابتلى بشئ من البنات فصبر عليهن كن له حجاباً من النار﴾ (۴)

’’جو کوئی لڑکیوں کی وجہ سے کچھ بھی آزمایا گیا اور اس نے صبر کیا تو یہ لڑکیاں اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان حائل ہو جائیں گی۔‘‘

دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿دینارٌ أنفقته فی سبیل الله ودینار أنفقته علی أهلك اعظمها أجراً الذی أنفقته علی أهلك.﴾(۵)

’’ایک دینار جسے تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو.....اور ایک دینار جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو، ان میں سب سے بڑھ کر اجر اس کا ہے جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو‘‘

لڑکیوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، جس پر اجر وثواب ہے، حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من أنفق علی امراته وولده واهل بیته فهی صدقة (۶)

’’جس نے اپنی بیوی اور اولاد اور گھر والوں پر خرچ کیا تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے‘‘۔

وہ والدین جنھوں نے لڑکی کی پیدائش کو خوش دلی سے قبول کیا اور اس کو محبت والفت اور لاڈ وپیار سے پالا پوسا اور اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا اور جوان ہوتے ہی مناسب جگہ شادی کردی اور کبھی لڑکے کو لڑکی پر ترجیح نہیں دی تو ایسے والدین جنت کے مستحق ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

﴿من ولدت له ابنة فلم یئدها ولم یهنها ولم یؤثر ولده علیها یعنی الذکر أدخله الله بها الجنة﴾ (۷)

’’جس کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اس کو زندہ درگور نہیں کیا اور نہ اس کو کمتر سمجھا اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دی تو اللہ اس لڑکی کی وجہ سے اس کو

جنت میں داخل کرے گا۔‘‘

زمانۂ جاہلیت میں عورتیں ترکہ سے محروم رہتی تھیں لیکن اسلام نے آٹھ قسم کی عورتوں کو ترکہ میں شریک کیا، ان آٹھ میں سے ایک لڑکی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مَّفْرُوضًا.﴾ (۸)

’’مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابتدار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابتدار چھوڑ جائیں، وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی۔‘‘

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾(۹)

’’اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تمہاری اولاد کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو نصف ملے گا‘‘۔

اس آیت میں دو لڑکیوں کا حصہ بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ربیع کی دو بیٹیوں کا حصہ ثلثان مقرر فرمایا (۱۰)

اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کو نان ونفقہ کا بوجھ اور تکلیف، تجارت اور کسبِ معاش کی دُشواریاں اور اس سلسلے کی دوسری مشقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں، اس لیے مناسب یہی ہے کہ عورت جو حصہ پاتی ہے اس سے دوگنا مرد کو دیا جائے۔(۱۱)

مذکورہ تعلیمات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ لڑکی کی پرورش ونگہداشت تعلیم وتربیت اور محبت والفت ایسا عظیم الشان فریضہ ہے جس کی ادائیگی پر والدین اور اولیا، جنت کی لازوال نعمتوں سے ہمیشہ ہمیش کے لیے لطف اندوز ہوں گے۔ چند سال کی قربانی پر ایسا انعام ملے گا جس کی منفعت کبھی ختم نہ ہوگی۔ خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کو اس فریضہ کو ادا کرنے کی سعادت ملی اور وہ اس فریضہ کو ادا کر کے جنت کے مستحق ہوئے۔

موجودہ دور میں لڑکیوں کی شادی دشوار ہوجانے کی وجہ سے والدین پریشانی والجھن میں مبتلا ہیں لیکن آئندہ اس پریشانی کا بدلہ انہیں جنت کی شکل میں ملے گا۔ صد افسوس کہ مسلمان ان روشن تعلیمات سے نابلد ہیں یا عدمِ توجہی کے شکار ہیں۔ باطل عقائد وتصورات نے ان کے ذہنوں کو مسخ کردیا ہے۔ ان میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کے چہرے لڑکیوں کی پیدائش پر غم واندوہ کے لاوے بن جاتے ہیں اور ان کے اقوال وکردار سے لڑکیوں کی حقارت و ذلت صاف نظر آتی ہے۔ بسا اوقات لڑکیوں کی شادی پر کثیر اخراجات اور پریشانی ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہوجاتی ہے اور وہ خودموت کو گلے لگا لیتے ہیں یا اپنی لڑکی کو ہلاک کردیتے ہیں، یا آخرت کو بھلاکر ناجائز دولت حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اب مسلم معاشرہ میں الٹرا سونوگرافی مشین سے جنس کی شناخت کر کے پیٹ میں ہی ان کو ہلاک یا پیدائش کے بعد ان کو ہلاک کردینے کا رُجحان اب نیا نہیں رہا ہے۔ دوسری جانب لڑکی کی شادی میں اخراجات ولوازمات میں زیادتی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم معاشرہ میں لڑکی کی پیدائش ونگہداشت، تعلیم وتربیت اور محبت والفت کا اسلامی ماحول بنایا جائے اور امت کے ہر فرد تک اسلامی تعلیمات تقریر وتحریر اور علمی اقدامات کے ذریعہ پہنچائی جائے اور انہیں خصوصیت کے ساتھ یہ بتایا جائے کہ اس فریضہ کی ادائیگی پر ایسا اجر وثواب ہے جس کی منفعت ونفع رسانی کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی لڑکی کی تعلیم وتربیت کا باضابطہ نظم کیا جائے اور ان کی شادی کو آسان سے آسان تر بنانے کی سعی کی جائے۔ انشاء اللہ یہ جہد وسعی جہاں ہمارے لیے کامیابی کا باعث ہوگا، وہیں برادرانِ وطن کے لیے بھی عبرت ونصیحت کا موثر ذریعہ ہوگا۔

بیوی

زوجین کی خوشگوار زندگی سے خوشگوار خاندان وجود میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان محبت والفت اور سکون داخل فرمایا اور اس محبت وسکون کو پائیدار بنانے کے لیے دونوں کو اپنے اپنے حقوق وفرائض سے آگاہ کیا۔ جب دونوں اپنے اپنے فرائض کو انجام دیتے رہتے ہیں تو ان کے لیے دنیا جنت نشان بن جاتی ہے، لیکن جب ان میں سے کوئی اپنے اوپر عائد حقوق وفرائض سے غفلت ولاپرواہی کرتا ہے تو دنیا باوجود اپنی رعنائی ودلکشی کے جہنم کدہ بن جاتی ہے اور دونوں کا ایک ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہوجاتا ہے اور محبت وسکون کی جگہ نفرت وعداوت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ نفرت وعداوت زوجین ہی نہیں بلکہ دونوں خاندان کے درمیان آہنی دیوار بن کر کھڑی ہوجاتی ہے۔ بسا اوقات معاملہ طلاق اور مقدمہ بازی تک جا پہنچتا ہے۔ جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں زوجین کے حقوق وفرائض کی بابت ایسے تفصیلی احکام ومسائل پاتے ہیں جن سے عادلانہ ومتوازن حقوق تک انسانی دماغ کی رسائی ممکن نہیں۔

بیوی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلي﴾ (۱۲)

’’تم میں اچھا وہ ہے جس کا سلوک اپنے اہل وعیال سے اچھا ہو اور میں تم میں اپنے اہل کے بارے میں سب سے اچھا ہوں‘‘۔

اسلام نے شوہر کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی دلجوئی کرے اور اس کے طعام، پوشاک اور رہائش کا بہتر نظم کرے، اس کی معمولی غلطیوں کو معاف کرے، اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھے۔ ایک صحابیؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا:

﴿ما حق المرأة علی الزوج؟ قال ان یطعمها اذا طعم وان یکسوها اذا اکتسی، ولا یضرب الوجه ولا یقبح ولا یهجر الا فی البیت﴾ (۱۳)

’’بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب خود کھائے تو اس کو

کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے، نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لیے علاحدہ کرے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لایفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقا رضى منه آخر﴾(۱۴)

''کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو دوسری عادت سے راضی ہو جائے۔''

اس حدیث میں شوہر کو بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور اس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو اس کو نظر انداز کرنے کا حکم ہے، عورت کی فطری کجی کو سیدھا کرنے کی کوشش کا راستہ طلاق پر ختم ہوتا ہے، اس لیے اس کے عیوب کو نظر انداز کرتے ہوئے زندگی کے سفر کو خوشگوار بنائے رکھے اور اس کو ستانے اور پریشان کرنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈھے اور اس کو جدا کرنے سے پہلے اس آیت کو پیش نظر رکھے۔

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَاتَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيّاً كَبِيْراً وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَماً مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَماً مِنْ اَهْلِهَا، اِنْ يُرِيْدَآ اِصْلَاحاً يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً خَبِيْراً﴾(۱۵)

''اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو لیٹنے کی جگہ تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈھو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رفعت اور عظمت والے ہیں اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی کو جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی کو جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ

ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑے خبر والے ہیں''۔

جو لوگ آیاتِ قرآنی کو نظر انداز کر کے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دیتے ہیں وہ گناہِ عظیم کا ارتکاب کرتے ہیں اور وہ اپنی نازیبا حرکت سے جہاں اپنے آباد گھر کو ویران کردیتے ہیں اور اپنے بچوں کے مستقبل کو تاریک بنا دیتے ہیں، وہیں دشمنانِ اسلام کو اسلام اور مسلمانوں پر ہنسنے اور طعنہ زنی کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، وہ دونوں جہاں میں سزا اور ذلت کے مستحق ہیں۔ لیکن جو لوگ مذکورہ آیاتِ قرآنی پر عمل کرنے کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں تو اسلام میں باوجود ناپسندیدگی کے اجازت ہے، اس وقت طلاق کی ضرورت واہمیت اتنی ہو جاتی ہے جتنی کہ جسم کے کسی حصہ میں کینسر ہو جائے تو اس حصہ کو کاٹ پھینکنے کے علاوہ کوئی بہتر صورت نہیں رہ جاتی۔ طلاق کو ہر حال میں ممنوع قرار دینا کینسر کے پورے جسم میں پھیل جانے کی اجازت دینے کے مترادف ہے۔ دنیا کے مذاہب طلاق کے معاملہ میں افراط وتفریط کے شکار ہیں۔ دو بڑے مذاہب عیسائی اور ہندو دھرم میں طلاق کی اجازت نہیں ہے، ان کے برخلاف یہودی مذہب میں معمولی سی معمولی بات پر طلاق کی کھلی اجازت ہے، لیکن اسلام کا قانونِ طلاق افراط وتفریط سے پاک ہے اور عقل وفطرت کے مطابق ہے۔ طلاق کی اجازت نہ دینا خلافِ فطرت ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے وہ مذاہب واقوام جن کے یہاں طلاق کی اجازت نہیں تھی، وہ اپنے ملکی قوانین میں طلاق وجدائی کا دستور وضع کرنے پر مجبور ہوئے، افسوس کہ اسلام کے چشمۂ صافی سے سیراب ہو جانے کے بجائے اپنی عقل کو کافی سمجھا اور راہِ راست سے بھٹک گئے، نتیجتاً ان ممالک میں طلاق کی شرح ۴۸ فیصد تک جا پہنچی۔ مسلمانوں میں طلاق کی اجازت کے باوجود طلاق کی شرح ۱۱ فیصد سے متجاوز نہ کرسکی۔

قابلِ ذکر یہ بھی ہے کہ اگر عورت کے لیے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا دُشوار ہو جائے تو وہ اس سے خلع اور تفریق کے ذریعہ علیٰحدہ ہوسکتی ہے۔

اسلام نے بیوی کا مہر، کھانا، لباس اور رہائش شوہر کے ذمہ عائد کیا ہے۔ اس کو اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے گھر سے باہر نکلنے اور جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ تجارت یا دیگر ذرائع آمدنی اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس کی دولت کو گھریلو کام کاج میں خرچ کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا ہے، اس کو شوہر کے مال کا نگہبان ہی نہیں بنایا گیا بلکہ اس میں بقدرِ ضرورت تصرف کرنے کا بھی اختیار دیا ہے، اگر شوہر اس کی ضروریات کی تکمیل میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کو اسلام نے بقدرِ ضرورت شوہر کے مال سے بلا اجازت لینے کا بھی حق دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ہندہ بن عتبہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا؟

﴿ان أبا سفيان رجل شحيح وليس يعطيني مايكفيني وولدى اِلّا ما أَخَذْتُ منه، وهو لايعلم فقال : خُذِىْ مايكفيك وولدك بالمعروف﴾ (۱۶)

''یعنی ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ اتنا نہیں دیتے جتنا میرے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو جائے، اس لیے میں اس کے علم میں لائے بغیر اس کے مال سے لے لیتی ہوں، یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا معروف طریقے سے اتنا لے لو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہو جائے''۔

عورت گھر کی ملکہ ہے اور اس کو اپنے محدود دائرہ میں جائز تصرف کا پورا حق حاصل ہے، اگر وہ شوہر کے رشتہ دار کے ساتھ رہنے کے بجائے علیحدہ رہائش کا مطالبہ کرتی ہے تو شوہر کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اس کے لیے علیحدہ رہائش کا انتظام کرے، وہ اس کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کرسکتا ہے، یہاں تک کہ شوہر اپنے والدین کی خدمت کرنے پر اپنی بیوی کو مجبور نہیں کرسکتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے والدین کی خود خدمت کرے یا کسی خادمہ کے ذریعہ کرائے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت کھانا پکانے اور بچوں کو دودھ پلانے کی پابند نہیں ہے، البتہ اس پر شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری، اس کی خوشی وراحت کا خیال رکھنے کی اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ شوہر کی ہر جائز خوشی وراحت میں شریک ہونا ایک صالح بیوی کا نشانِ امتیاز ہے۔ صالح بیویاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت

ابی بکرؓ کو اپنا آئیڈیل بناتی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ايما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة﴾ (۱۷)

''اگر عورت اس حالت میں وفات پا جاتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے خوش تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی''۔

شریعت نے عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب میں اپنی رائے کے اظہار کا حق دیا ہے اور شوہر کے انتقال کے بعد یا طلاق، خلع یا تفریق کے بعد دوسری شادی کی بھی اجازت دی ہے۔ برادرانِ وطن کی وجہ سے ہمارے معاشرہ میں بھی عورت کی دوسری شادی کو معیوب خیال کیا جاتا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ الغرض عورت بحیثیت بیوی کے جن حقوق کی مستحق تھی، ان سے اسلام نے اس کو سرفراز کیا ہے۔

ماں

انسان کی پرورش ونگہداشت، محبت والفت اور ترقی وکامرانی میں ماں کا کردار نہایت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان ماں کا نعم البدل کبھی حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ انسان پر ماں کے عظیم احسانات ہیں، ان احسانات میں سے کسی ایک احسان کا بدلہ بھی ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ماں کی خدمت وفرماں برداری کو جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الجنة تحت اقدام امهاتكم﴾ (۱۸)

''یعنی جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے''۔

جب ماں کے درجہ ومرتبہ اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی بابت قرآن واحادیث اور اسلاف کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اتنی تفصیلات ملتی ہیں کہ جو ہزاروں صفحات پر محیط ہو جائیں لیکن ہم یہاں اس پر سرسری نظر ڈالیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَضیٰ رَبُّکَ أَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً﴾ (۱۹)

’’اور تیرے رب نے حکم کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔‘‘

﴿ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصٰلہ فی عامین﴾ (۲۰)

’’اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے واسطے تاکید کی کہ اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک دودھ پلایا‘‘۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی خدمت وفرمانبرداری کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اسی آیت میں اولاد کو اف تک نہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلاً کَرِیْماً، وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْراً﴾ (۲۱)

’’اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے نرمی سے، انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے، جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا ، پرورش کی۔‘‘

اگر والدین کا حکم اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی وخوشنودی کے خلاف ہو تو ان کے حکم کو مسترد کر دیا جائے گا، لیکن ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے گا اور ادب واحترام میں کمی نہیں کی

جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ جَاھَدَاکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفاً﴾ (۲۲)

’’اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی ترے پاس کوئی دلیل نہیں ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا۔‘‘

سورۂ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں جب ہم خصوصیت سے ’’قولا کریما‘‘ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں نہایت درجہ ادب واحترام کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ حضرت زہیر بن محمدؒ نے قولا کریما کی تفسیر یوں کی ہے، جب ماں باپ تجھ کو بلائیں تو تو کہے میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہوں (۲۳) حضرت حسن کا قول ہے کہ اف کے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی حرام قرار دیتے۔ (۲۴) حضرت سعید بن المسیب نے قولاً کریما کی تفسیر یوں بیان کی ہے ’’زرخرید غلام جس طرح سخت آقا سے گفتگو کرتا ہے اسی طرح والدین سے بات کرے تو قولاً کریما پر عمل ہو سکتا ہے‘‘ (۲۵)

اللہ کے نزدیک نماز کے بعد سب سے پسندیدہ عمل والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔

﴿عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال : سألتُ النبی ﷺ أیّ العمل أحبُّ اِلی اللہ؟ قال : الصلوٰۃ علی وقتھا، قال ثم أیّ؟ قال: ثم بر الوالدین، قال ثم أیّ؟ قال: الجھاد فی سبیل اللہ﴾ (۲۶)

’’عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نماز اپنے وقت پر، میں نے کہا پھر کون سا عمل ہے؟ آپؐ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا اللہ

کے راستہ میں جہاد۔''

قرآن وحدیث اور کتب سیرت میں جہاد کی اہمیت وفضیلت کا تفصیلی بیان موجود ہے اور اس راستہ میں جان ومال کی قربانی کرنے والوں کے لیے جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے، لیکن اس مہتم بالشان فریضہ پر بھی والدین کی خدمت کو ترجیح دی گئی ہے۔

﴿عن عبد الله بن عمرو قال : جاء رجل الى النبی ﷺ يستأذنه فی الجهاد، فقال أحی والداك؟ قال نعم، قال فيهما فجاهد﴾ (۲۷)

''عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ کہا ہاں، تو آپؐ نے فرمایا ان کی خدمت کرو، اسی میں جہاد کا ثواب ملے گا۔''

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا:

﴿یا رسول الله! أردت ان اغزو، وقد جئت استشيرك، فقال: هل لك من أم؟ قال: نعم، قال: فالزمها فان الجنة عند رجلها﴾ (۲۸)

''یارسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، میں آپؐ کے پاس مشورہ کے لیے آیا ہوں، آپؐ نے فرمایا، کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا ان کے پاس رہو، جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔''

والد اپنی اولاد کی پرورش ونگہداشت اور تعلیم وتربیت میں اہم رول ادا کرتا ہے اور اپنی راحت وآرام کو قربان کرکے اس کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور اس کے برسرِ روزگار ہونے تک اس کی کفالت کی ذمہ داری کو نبھاتا ہے، لیکن اولاد کی پرورش ونگہداشت، تعلیم وتربیت اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنے میں ماں زیادہ اہم رول ادا کرتی ہے اور اس کو نو ماہ پیٹ میں رکھ کر اور تکلیف اُٹھا کر اس کو جنم دیتی ہے اور اپنی راحت کو قربان کرکے نہایت ہی لاڈ و

پیار سے اس کی پرورش ونگہداشت کرتی ہے، لہٰذا والد کے مقابلہ میں ماں زیادہ حسنِ سلوک کی حقدار ہے۔

﴿عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله من أحق الناس بحسن صحابتی؟ قال أمك، قال ثم من؟ قال ثم أمك، قال ثم من؟ قال ثم أمك، قال ثم من؟ قال ثم أبوك؟﴾ (۲۹)

''ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا، یا رسول اللہ لوگوں میں میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟، آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے والد۔''

تین قسم کے اشخاص پر جنت حرام ہے، ان میں ایک والدین کا نافرمان بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

﴿ثلاثة لايدخلون الجنة العاق لوالديه والمدمن على الخمر والمنان بما اعطیٰ﴾ (۳۰)

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب کا عادی اور دینے کے بعد احسان جتانے والا۔''

انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور فرماں برداری سے دونوں جہاں میں کامیابی ملتی ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو والدین کی خدمت کرکے جنت کے مستحق ہوئے۔

بہن

انسان کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت بہن بھی ہے۔ بڑی بہن کی شفقت ومحبت، دلجوئی و ہمدردی اور تعلیم ورہنمائی سے بھائی کو خوشی وراحت اور کامیابی وترقی حاصل ہوتی ہے۔ بہن تعلیم اور بہترین تربیت کی حامل ہو تو بھائی میں اس کے مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بھائیوں کی بیویوں اور اولاد کو راحت وآرام، سکون واطمینان اور کامیابی وترقی حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ پورا گھر جہنم کدہ بن جاتا ہے۔ چھوٹی بہن کی پیاری پیاری باتیں اور بے لوث خدمت سے بھائی کی زندگی خوشگوار بن جاتی ہے۔ بھائی کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس سے شفقت ومحبت کرے اور اس کی راحت وآرام اور ترقی وکامیابی کے لیے کوشش کرے اور اس کی اچھی تعلیم وتربیت کرے، امورِ خانہ داری سے واقف کرائے اور اپنی بیوی اور بچوں کو پابند کرے کہ وہ اس کی راحت وخوشی کا خیال رکھے اور اپنے قول وعمل سے اس کو تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی ترقی وکامیابی میں خوش دلی سے حصہ لے۔ شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کے لیے بہترین شوہر کا انتخاب کرے اور پوری زندگی اس سے اچھے تعلقات رکھے۔

''حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں، وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے سلسلے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے۔''

بہن کی اچھی تعلیم وتربیت سے نہ صرف اس خاندان کو فائدہ پہنچتا ہے جہاں وہ پیدا ہوئی ہے بلکہ وہ اس خاندان کے لیے مفید ونافع اور راحت رساں بن جاتی ہے، جہاں وہ شادی کے بعد جاتی ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حقوق وفرائض سے محروم عورت کو اسلام نے ایسے حقوق وفرائض سے ہمکنار کیا جو اس کے لیے دونوں جہاں میں نافع و سودمند ہیں۔ اسلام کے ظہور کے بعد دنیا نے پہلی مرتبہ عورت کی اہمیت ووقعت کا مشاہدہ کیا۔ معاشرہ کی صلاح وفلاح اور آئندہ نسل کو کامیابی وترقی سے ہمکنار کرنے میں عورتوں کی صلاح و تقویٰ اور پاکیزہ اخلاق وکردار بیحد اہمیت ووقعت کے حامل ہیں۔ یہ نقطہ اسلام سے کیوں کر مخفی رہ سکتا تھا۔ بیٹی، بہن، بیوی اور ماں کی صلاح وتقویٰ اور پاکیزہ اخلاق وکردار سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے اور ان کا اپنے فرائض وذمہ داری سے غفلت وکوتاہی کرنے سے معاشرہ کی پاکیزگی ختم ہوجاتی ہے اور آئندہ نسل پاکیزہ معاشرہ سے محروم ہوجاتی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ عورتوں کی تعلیم وتربیت کا بہترین نظم کیا جائے تاکہ ان کو بخوبی معلوم ہوجائے کہ ان کے حقوق کیا ہیں اور ان پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ہر عمر کی عورتوں کی اس طرح ذہن سازی کی جائے کہ دین اسلام پر چلنا ان کی فطرتِ ثانیہ بن جائے، اس کے بغیر صالح معاشرہ کا کامل وجود ناممکن ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ

☆☆☆

مراجع:

۱۔ سورہ تکویر ۹۔۸
۲۔ ترمذی ج۴ ص۲۸۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۔ ابوداؤد ج۴، ص۳۴۰۔ ح نمبر ۵۱۴۷ دارالحدیث القاہرۃ
۴۔ ترمذی ج۴ ص۲۸۱
۵۔ مسلم ج۲ ص۶۹۰
۶۔ الترغیب والترھیب للمنذری ج۳ ص۶۲
۷، مسنداحمد بن حنبل ج ۱ ص۲۲۳۰ دارالفکر العربی بیروت
۸۔ سورۃ النساء آیت:۷
۹، سورہ النساء آیت:۱۱
۱۰۔ نیل الاوطار ج۶ ص۶۴ داراحیاء التراث العربی بیروت
۱۱۔ تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۴۵۷
۱۲۔ ابن ماجہ ج ۱ ص۶۳۶
۱۳۔ ابن ماجہ ج۱ ص۵۹۳ ح نمبر ۱۸۵۰ مکتبۃ العلمیۃ بیروت
۱۴۔ مسلم ج۲ ص۱۰۹۱ ح۱۴۶۹ باب الوصیۃ بالنساء
۱۵۔ سورہ نساء آیت ۳۴۔۳۵
۱۶۔ بخاری ج۵ ص۲۰۵۲ ح۵۰۹۴
۱۷۔ ترمذی ج۳ ص۴۶۶، حدیث ۱۱۶۱
۱۸۔ تمییز الطیب من الخبیث للعلامہ عبدالرحمٰن بن علی ص۷۵ ح۴۹۱
۱۹۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۲۳
۲۰۔ سورہ لقمان آیت ۱۴
۲۱۔ سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۴
۲۲۔ سورہ لقمان آیت ۱۵
۲۳۔ درمنثور ج۴ ص۱۷۱ دارالمعرفۃ بیروت
۲۴۔ ایضاً
۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ بخاری ج۵ ص۲۲۲۷ ح۵۶۲۵
۲۷۔ مسلم ج ۴ ص۱۹۷۵
۲۸۔ الترغیب والترہیب ج۳ ص۳۱۶، دارالایمان دمشق
۲۹۔ صحیح مسلم ج۴ ص۱۹۷۴ ح۲۵۴۸۔ داراحیاء التراث العربی بیروت
۳۰۔ نسائی ج۵ ص۸۰، باب المنان بما أعطیٰ۔ داراحیاء التراث العربی بیروت